بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سلسلہ دعوت نمبر 10

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَھَّرُوۡنَ

اس کو غیر اللہ سے پاک ذہنوں کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ۝

اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں۔ پس یقیناً وہی اللہ کا انکار کرنے والے ہیں۔ 5/44

الصّلوٰۃ قرآن کی روشنی میں

☆ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ☆

2/3 آیت میں الصَّلٰوۃ انفاق کےساتھ بیان کی گئی ہے۔گویا کہ اللہ نے انسان کو جوصلاحیت بھی عطا کی ہے وہ الصَّلٰوۃ کے قیام کیلئے خرچ کرنی ہے۔الصَّلٰوۃ کا قیام قرآن کا مقصد ہے۔اگر الصَّلٰوۃ کامفہوم ہی بدل دیا جائے جو اللہ کی منشاء کے خلاف ہو تو ایسے مومنوں کو قرآن سے دورکرنے کےلئے کافروں کو کوشش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی قرآن کے بنیادی کام کے منکر ہیں۔2/3 آیت میں یقیمون کا بنیادی سہ حرفی مادہ ق و م ہے۔ماضی قام ہے فعلِ لازم ہے جس کے معنی کھڑاہونے کے ہیں۔یُقِیۡمُوۡنَ مزید فیہ اَقام یُقِیمُ سے ہے، متعدی ہے۔جس کے معنی کھڑا کرنے کے ہیں۔ الصلوۃ مفعول ہے۔حکم الصلوۃ کو قائم کرنا ہے۔الصلوۃ کو کھڑا کرنا ہے۔خودکھڑے ہونے کا حکم نہیں ہے۔خود کوئی کھڑا ہو یا نہ ہو لیکن الصلوۃ کے قیام میں کوئی نقص وارد نہ ہو اِس ذمہ داری کی بڑی اہمیت ہے۔ایک فرد اگر کھڑا ہوکر بھی اپنے فرضِ منصبی سے غافل ہے تو اُس کےکھڑے ہونے کا کیا فائدہ ہے۔اِس کے بارے ہی تو قرآن نے فرمایا ہے کہ یہی ذمہ دار لوگ اپنے فرضِ منصبی کو بھول چکے ہیں۔ لہذا الصلوۃ چوبیس گھنٹے دائمی طور پر قائم ہو گی(70/23)۔یہ ایک ایسا فرضِ منصبی ہے اور ایسا زندگی بخش عمل ہے کہ اس عمل کے تسلسل میں ایک لمحہ کی غفلت بھی کسی قوم کی حیات کو موت میں تبدیلر سکتی ہے۔اس فرضِ منصبی کا تقاضا ہے کہ ہم چوبیس گھنٹے اپنے رب کے سامنے ہوتے ہیں۔ وہ ہمارے دلوں میں گزرنے والے خیالات تک جانتا ہے۔ہم اللہ کے چوبیس گھنٹے کے غلام ہیں۔کسی وقت بھی ہم اپنے فرضِ منصبی سےکوتاہی نہیں کرسکتے۔یہ ایک اجتماعی عمل ہے جس میں ہر فرد دوسرے فرد پر انفرادی طور پر نگران بھی ہے۔کیونکہ اجتماعی نظام کو بچانے کےلئے انفرادی طورپرقربانی دینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔اس لئے شہادت کے قانون میں اسی بالکل اجازت نہیں کہ اپنےقریبی لوگوں کے خلاف سچی ّشہادت کو چھپا لیا جائے۔ اب سچّی شہادت کیلئے کھڑا ہونا ہی الصلوۃ کوقائم کرنا ہے۔اس سچّی شہادت کو چھپانا الصلوۃ کو ضائع کرنا ہے۔جب کسی معاشرے میں حق گوئی کا یہ معیار زندہ جاوید ہو جائے تو پھر مجرموں کو بچانے کیلئے نہیں بلکہ انہیں کیفرِکردار تک پہنچانے کےلئے اُس کے اپنے ہی عدالت میں موجود ہوں گے۔اس کو کہتے ہیں الصلوۃ کا قائم کرنا۔ سچّی شہادت کےلئےفزیکل کسی کے اُٹھنے، بیٹھنے یا لیٹنے کا مسئلہ نہیں ہے۔اسی طرح کے اوربہت سے فرائض ہیں جن کومعاشرے میں قائم کرنے کی ضرورت ہے۔جن کے بغیر الصلوۃ نہیں بلکہ خواہشات کا قیام وجود میں آجاتاہے۔آیتِ مجیدہ میں الصلوۃ کھڑی کرنے پرزورہے۔خود کھڑے ہونے کی بات نہیں ہے۔مزیدغورفرمایئے۔

اَلصَّلٰوۃَ :سہ حرفی مادہ ص.ل.و ہے۔اس کے معنی داخل ہونے اور شامل ہونے کے ہیں جیسے قرآنِ مبین میں ہے اِنَّھُمۡ صَالُوا النَّارِ 38/59 اور ھُوَ صَالِ الۡجَحِیۡمِ 37/163 ۔قرآن میں صال اسم فاعل واحد اورصالوا جمع کا

صیغہ ہے جس کے معنی ہیں داخل ہونے والے۔اسی طرح تصلیٰ ,یصلیٰ, یصلون بھی ثلاثی مجرد سے تعلق رکھتے ہیں۔قرآن میں تقریباً کم و بیش اٹھارہ مقامات پر یہ کلمہ ثلاثی مجرد کے بنیادی مادے سے آیا ہے جس کے اکثر معنی داخل ہونے، شامل ہونے کے ہیں۔باقی سو سے زیادہ مقامات باب تفعیل اور باب افعال پر ہیں۔ صلوٌ, صَلّ باب تفعیل پر ہے۔ نُصْلِيْهِ 4/30,56,115 باب افعال سے ہے۔الصّلوٰۃ حالتِ مفعولی ہے باب تفیعل سے ہے۔اس کلمہ کا فعل ماضی صیغہ واحد مذکرغائب 75/31 میں صَلّٰی آیا ہے جو تولّٰی کی ضد ہے قرآن متضادکلمات یا مترادف کلمات لاکراپنے مبین ہونے کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔لہٰذا فَلاَ صدَّقَ وَلا صَلّٰی کے بعد ولٰکن کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی کے متضادکلمات لاکر صدَّقَ اورصَلّٰی کی وضاحت کی گئی ہے۔صَدَّقَ،کَذَّبَ کی ضد ہےاور صَلّٰی، تَوَلّٰی کی ضد ہے۔ہمارا موضوع صَلّٰی کے بارے ہے جس کی وضاحت قرآن نے تَوَلّٰی کی ضدسے کی ہےلہٰذا تَوَلّٰی کے معنی مخالفت کے، روگردانی کے، نافرمانی کےلیے گئے ہیں توصَلّٰی کےمعنی اس کی ضد، حمایت کرنے،اتباع کرنے، پیچھے پیچھے چلنے، فرمانبرداری کرنے کے ہوں گے۔قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ فلاح پائی اسی نےجس نے تعلیمِ قرآن سے تزکیہ نفس کر لیا ۔14اور اپنےرب کے احکام وتعارف کا ذکر کیا(7/180,41/40) پھر حکم کی اتباع کی(96/10)۔87/15اَرَءَيْتَ الَّذِیْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ کیا تُو نے غور کیا اُس شخص پرجو روکتا ہے۔9اللہ کے بندے کو جب وہ قرآن کی پیروی کرتاہے(87/15)۔ اِنَّـــا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ بلاشبہ ہم نے تجھےنعمتِ قرآن(خیراً کثیراً 2/269)عطا کردی ہے۔1پس تُو پیروی کرقرآن کی اپنے رب کے پروگرام کیلئے اور سینہ تان کر ڈٹ جا۔2یقیناً ایسا کرنے سے تیرا دشمن ہی ابتر ہو گا۔108/3اب پیچھے چلنے، حمایت کرنے کے بنیادی معنی کو مان لینے سے اس کے بہت سے معنی ماخوذ ہو سکتے ہیں جس میں پیچھے چلنے یا اتباع کرنے کا احساس موجود ہو۔مثلاً وابستگی کے ساتھ کسی شے کی اتباع کرنا، مدد کرنا،تحسین وآفریں کرنا، ڈیوٹی کرنا، ڈیوٹی مقرر کرنا، فرض منصبی ادا کرنا، داخل ہونا یا کرنا۔جب لغتِ قرآنی نےکسی کلمہ کی وضاحت اضداد یا مترادفات لا کر واضح کر دی ہو تو انسانوں کی بنائی ہوئی لغت کی ضرورت نہیں رہتی۔لہٰذا جو لغاتِ عربی قرآن کےمفہوم کا ساتھ دے وہی لغت قرآنی معیار پردرست ہو گی اس سے استفادہ قرآن فہمی میں مددگار ثابت ہو گا ورنہ قرآن کا ما انزل اللہ فہم ضائع ہوجائے گا کیونکہ انسانی لغت میں سقم ہے۔اُسےقرآنی معیار سے درست کرنا ہو گا۔صَلّٰی (ماضی)، یَصَلُّوْ (مضارع) اور مُـصَلِّي اسمِ فاعل ہے دوسرے نمبرپر آنےوالےگھوڑے کو کہتے ہیں جو سابق یعنی اول نمبرپرآنے والے گھوڑے کے پیچھے ایسے آئے کہ قدموں پر قدم رکھتا ہوا آئے اور درمیانی فاصلہ نظر نہ آئے۔ قرآن مُصَلِّي ایسے فرد کو کہتا ہے۔جو اتباعِ قرآن میں چلتا پھرتا قرآن نظر آئے مُـصَلِّي اسمِ فاعل اتباع کرنے والا اور مُصَلّیٰ اسمِ مفعول ہے جسکی اتباع کی جائے۔اَفَلا یَتَدبرون القران کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے4/82۔

الصلوٰۃ کے سہ حرفی مادے پرغور کرنے سے اور قرآن میں اس صیغے کےاستعمال نے الصلوٰۃ کے مفہوم کو واضح کر دیا ہے کہ الصلوٰۃ فرض منصبی ہے جس کی اتباع اور اس کو قائم کرنا فرض ہے۔9/5 آیت میں کافروں، مشرکوں کی الصَّلٰوۃ اور الزَّکٰوۃ کا ذکر ہے فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُم 9/5۔ اللہ کے قانون میں امن کی پیشکش ہے۔ معائدہ امن کی خلاف ورزی کے بعد اعترافِ جرم کریں، امن کی طرف لوٹیں، توبہ کریں اور معائدہ امن کے فرضِ منصبی پر قائم رہیں اور وہ تزکیہ نفس کریں۔ ذہن میں کوئی سازش رکھ کر توبہ نہ کریں تو ایسے لوگوں سے جنگ نہیں ہے۔ 9/11 آیت میں پھر دوہرایا گیا ہے کہ امن کے خواہش مند لوگ اگر چہ مسلم برادری نہیں مگر وہ انسانی بھائی چارے کے حق سے محروم نہیں ہیں۔ اُنہیں امن مہیا کرنا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ 9/5 اور 9/11 آیات میں غیر مسلموں کی صلاۃ و زکوٰۃ کے تصور سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی صلاۃ، معائدہ امن کے فرضِ منصبی پر قائم رہنا اور زکوٰۃ اُن کا ذہنی تزکیہ ہے کہ ذہن میں کوئی کھوٹ رکھ کر معائدہ امن نہیں کرنا۔ کیونکہ یہ معائدہ پائدار نہیں ہو گا۔ ایسا کرنے والوں کے لئے آئندہ مسجدِ حرام میں داخلے کی پابندی ہے کہ ذہن میں کھوٹ رکھ کر معائدہ کرنے والوں سے آئندہ کوئی معائدہ امن نہیں ہو گا۔ 9/27 پیچھے چلنے کی بنیاد پر اس کے مزید معنی ماخوذ ہوسکتے ہیں مثلاً تحسین وآفریں، پشت پناہی، مدد، مرکز، جماعت، تعاون، کام، حکم اور الدین وغیرہ۔ مراکز کے لیے الصلوٰۃ 22/40 میں ہے، امرِ جامع 24/62 کا مترادف الصلوٰۃ، 62/9 میں ہے ۔قرآن الفجر 17/78 میں صلوٰۃ کا اور 24/58 میں صلوٰۃ الفجر کا مترادف ہے۔ الصلوٰۃ قائم کرنا قرآن کا مقصدِ عظیم ہے اگر اس کے معنی کو سمجھنے میں غلطی ہوئی تو ظاہر ہے عبادت کا تقاضا پورا نہ گا اور اللہ کی منشاء سے تو محروم ہو ہی جائیں گے بلکہ انسانی معاشرے میں نشوونما کا امکان بھی باقی نہیں رہے گا اور نزولِ قرآن کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

قرآن تو معاشرے میں اللہ کا حکم نافذ کرنے کی تعلیم دیتا ہے نہ کہ ایسا حکم نافذ کرو جو قرآن میں ہی نہ ہو۔

الصلوٰۃ کے قیام کا حکم اسمٰعیل سلامٌ علیہ کو 19/55 میں ہے ابراہیم سلامٌ علیہ کی الصلوٰۃ کا ذکر 14/37 میں ہے۔ 10/87 اور 20/14 میں موسیٰ سلامٌ علیہ کو الصلوۃ کا حکم ہے، عیسیٰ سلامٌ علیہ کو 19/31 میں الصلوۃ کا حکم ہے۔ 11/87 میں شعیب سلامٌ علیہ کی الصلوٰۃ کا ذکر ہے۔ 2/43 میں بنی اسرائیل کیلئے الصلوٰۃ کا حکم ثابت ہے۔ 20/132,17/78,11/114 میں نبی آخرالزماں خاتم النبیین (33/40) محمد سلامٌ علیہ کے لیے الصلوٰۃ کا حکم ہے یہ الصلوٰۃ نہ تو معراج کا تحفہ ہے اور نہ کوئی نیا فریضہ ہے جو امت مسلمہ کو سونپا گیا ہے بلکہ الصلوٰۃ تمام انبیاء پر یکساں ایک ذمہ داری تھی جس میں تفریق اور اختلاف کی گنجائش نہیں 42/13۔ الصلوٰۃ ماانزل اللہ دین کو معاشرے میں قائم کرنے کی ذمہ داری تھی جسے 42/13 میں اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ اللہ نے فرما دیا ہے گویا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ کا مترادف ہے وحی کی غرض و غایت الصلوٰۃ کا قیام ہے۔ الصلوٰۃ ہی کے قیام کا انبیاء کو حکم ہے۔ قرآن کا مرکزی نصب العین قیامِ الصلوٰۃ ہے۔ لمحہ فکریہ ہے کہ اسی حکم کو ہواءوھوس کی بھینٹ چڑھا دینا اور قرآنی الصلوٰۃ

کو سرے سے ہی غائب کر کے شھوات کی اتباع کرنا کوئی نیا کام نہیں ہے۔اگرایسا نہ ہوتا تو فحشاء و منکرات کہاں سے آتیں کیونکہ الصلوٰۃ تو ان کو روکنے کا حکم دیتی ہے۔29/45 فحشات اور منکرات جس معاشرے میں ہوں وہاں وحی شدہ الصلوٰۃ نہیں ہوتی بلکہ وہاں الصلوٰۃ یعنی وحی کے خلاف انسانی خواہشات پر مبنی نظام مصنوعی الصّلوٰۃ قائم ہوتی ہے29/45۔وہاں قرآنی تعلیم وتبلیغ کی ضرورت ہوتی ہے جو خواہشات کے خلاف ہے۔اب اس وقت قرآن کی تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے کیونکہ قرآنی تعلیم کی بجائے لوگ خواہشات کی اتباع کررہے ہیں۔اللہ کی آیات کی اتباع نہیں لہٰذا الصلوٰۃ ضائع ہو گئی19/59 ہمیشہ سے ایسا ہوتا رہاہے۔بیت اللہ میں ابراہیم سلامؑ علیہ کی ماانزل اللہ الصلوٰۃ کو بدل دیا قرآن نے علی الاعلان بتایا وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً 8/35۔ بیت اللہ میں ان کی صلاۃ تالیاں اور سیٹیاں یعنی بے معنی حرکات اور الفاظ کے سوا کچھ نہیں۔107/4-5 میں فرمایا فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ پس ایسے نام نہاد وحی کی اتباع کرنے والوں کیلئے (74/43) بربادی ہے۔4 جو اپنے فرضِ منصبی کوبھولنے والے ہیں(23/2,9,70/23,34,6/92)۔5جو ریاکارانہ دکھاوے کا کام تو کرتے ہیں۔6 لیکن علم سے سیراب کرنے والے چشمہ ہدائت قرآن کی پورا نہ کیا گیا اور جس کا حکم ماننا اللہ نے فرض کیا ہے اسے بھی پورا نہ کیا گیا تو الصلوٰۃ کا قیام ممکن نہیں ہے مثلاً اللہ نے بیوی کو شوہر کا حکم اور اولاد کو ماں باپ کا حکم اور مومنوں کو اپنے اولی الامر کا حکم ماننے کا حکم دیا ہے اگر اس پر عمل نہیں تو بغاوت ہے عبادت نہیں ہے۔الصلوٰۃ قرآن کی اہم ترین اور جامع اصطلاح ہے جس نے پورے قرآن کا احاطہ کیا ہوا ہے سیاق و سباق میں الصلوٰۃ کا جو مفہوم سامنے آتا ہے جو اللہ کی منشاء ہے اسے قبول کیا جائے عدمِ تدبر غور و فکر نہ کرنا حق کی منشاء نہیں ہے جو دنیا و آخرت میں ناکامی کا باعث بنے کیونکہ آخرت میں انسان کی اللہ کے سامنے جوابدہی ہے اس لئے ہر انسان کو تدبر کرنا چاہیے۔

الصّلوٰۃ کی اہمیت۔الصلوۃ کا قیام مقصدِ وحی تھا، وحی ہے اور وحی ہی رہے گا۔14/37,19/55,11/87,2/43 10/87,20/14,19/31اور20/132 آیات میں موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم، اسماعیل،شعیب سلامؑ علیہم انبیاء کے ساتھ بنی اسرائیل کی الصلوۃ کا ذکر ہے۔اور حکم ہے کہ الصلوۃ قائم کرو اور42/13 میں ارشاد فرمایا اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ دین کو قائم کرو اور اس میں تفریق نہ کرو۔ مذکورہ آیات میں انبیاء کو الصلوۃ اور42/13 میں دین قائم کرنے کا حکم، ثابت کرتا ہے کہ دین اور الصلوۃ ایک ہی شے ہے جس کا قیام تمام انبیاء پر فرض تھا۔ 29/45 میں الصلوۃ فاعل ہے جو الفحشاء اور المنکرات سے روکنے کا حکم دیتی ہے۔اور11/87 میں قوم کہتی ہے اے شعیب! کیا تیری الصلوۃ تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم اُن کی غلامی چھوڑ دیں جن کی غلامی ہمارے بڑے کیا کرتے تھے۔یہاں الصلوۃ سے مراد وحی ہے،رسالت ہے جو حکم دیتی ہے۔لہٰذا وحی کے نزول کی غرض و غائت ہی الصلوۃ کا قیام ہے۔الصلوۃ کوئی نیا فریضہ نہیں ہے جو امتِ مسلمہ کو سونپا گیا ہے۔یہ قائم کرنا تمام انبیاء کی یکساں

ذمہ داری تھی۔قرآن کی تعلیم بطورِتھیوری،العلم ہے اور العلم کا معاشرے میں مکمل عملی نفاذ الصلوۃ کہلاتا ہے۔انبیاء اوراُن کےاصحاب نےاپنے معاشرے میں وحی کا مکمل نفاذکیا تھا۔ لمحہ فکریہ ہےکہ اتنی اہم الصلوۃ کو ہر دور میں جذبات اورخواہشات کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔یہ پہلےبھی ہوتا رہاہے۔19/59 کا قرآنی حوالہ ہم پیش کر چکے ہیں۔اگرآج الصلوۃ کےمفہوم کو بدل کر غیرقرآنی صلاتوں کا انبار لگ گیا ہے تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔یہ تو ہمیشہ سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔ہمارے پاس اللہ کا فضل ہےکہ وحی کا لا ریب پیمانہ قرآن موجود ہے جس سے غیر قرآنی الصلوۃ کو جانچا جا سکتا ہے۔یہ اُس وقت ہوسکتا ہے جب اس پیمانےکومعیار قرار دیا جائے۔ اس میں آفاقیت ہے یہ غیر متبدل ضابطہ حیات ہے۔غیرآفاقی اورعلاقائی اعمال جن پر اللہ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ اس میں تم آزاد ہو جو چاہو کرو۔اس اختلاف پر انسانوں کو تقسیم نہ کرو۔

غیرقرآنی الصّلوٰۃ کا وجود۔جب انبیاء کے بعد ناخلف جانشین آتے ہیں اورکتابِ وحی کا علم ناپید ہوجاتا ہے۔ تولوگ وحی کو چھوڑ کرجو بھی عمل کرتے ہیں وہ اُس معاشرے کی مصنوعی الصلوۃ ہوتی ہے جسے وہ انبیاء اور صالحین سےمنسوب کر کےایک مقدس عمل قراردے دیتے ہیں۔پھر اُس عمل کےمقابلے میں وحی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔مشاہدہ آپ کےسامنے ہے۔ہمیں اپنےکسی بھی عمل کوقرآن سے چیک کرنیکی اجازت ہی نہیں۔بس جو عمل کسی معاشرے میں مقدس بن گیا ہے وہ دین بن گیا ہے۔جس نے اُن کے اِس عمل کا قرآن کی بنیاد پر انکار کیا۔یہ قرآن کی بات کرنےوالا معاشرے میں کافر کہلائے گا۔ بےحس معاشرے میں یہی غیر قرآنی عمل مقبول اور اُن کا نجات دہندہ عمل ہوتا ہے۔اس طرح غیرقرآنی الصّلوٰۃ وجود میں آتی ہے۔19/59 آیتِ مجیدہ میں آیات الرحمٰن وحی شدہ الصّلوٰۃ کو ضائع کرنےاور اپنی خواہشات کی اتباع کرنے کی نصِ قطعی موجود ہے۔اور29/45 میں ہے کہ اللہ جانتا جو تم مصنوعی الصلوۃ بناتے ہو۔ابراہیم سلامٌ علیہ نے الصلوۃ قائم کی جس کا 14/37 میں ذکر ہے۔ بعد میں آنے والوں نے جو اِس کا حشر کیا اُس کا قرآن 8/35 میں ذکر کرتا ہے کہ اِن کی الصّلوٰۃ تالیوں اور سیٹیوں کے سوا کچھ نہ تھی۔یہ بےمعنی آواز و حرکات کا مجموعہ تھی۔ایسے وحی کے نام نہاد پیرو کاروں کے لئے جو اپنے فرضِ منصبی کو بھول چکے ہیں قرآن کی آیت نمبر107/4,5 میں بربادی کا اعلان ہے۔اب قرآن کی نشان دہی کے مطابق اصل الصلوۃ کا معلوم کرنا ہر ذی شعور فرد کا حق ہے۔الصلوٰۃ کا موضوع کیونکہ پورے قرآن کا احاطہ کئے ہوئےہے۔کسی ایک مقام پر اسے سمیٹنا مناسب نہیں ہے۔لہٰذا الصلوٰۃ کے موضوع کو ہر جگہ سیاق و سباق کے لحاظ سےسمجھا جائے گا۔یہاں الصلوۃ ینفقون کے ساتھ آئی ہے گویا کہ الصلوٰۃ اور ینفقون کاچولی دامن کا ساتھ ہے اور اِن کو ایک دوسرے سے ہرگزالگ نہیں کیا جا سکتا۔یہاں یہ کلمہ ایک ایسے اجتماعی معاشرے کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ مومنین کو جوکچھ بھی اللہ نے صلاحیت دی ہےوہ فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں۔ قرآن آغاز ہی میں الصلوۃ اور ینفقون

کا اشتراک ثابت کرتا ہے2/3۔جس معاشرے میں صلاحیتوں کو فی سبیل اللہ دیانت داری سے خرچ نہیں کیا جاتا وہاں الصلوٰۃ ضائع ہوچکی ہے۔قرآن کی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتنا اہم فریضہ تھاجو انسانوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے ضائع کر دیا ہے اور اب صلاحیتیں فی سبیل الطاغوت خرچ ہو رہی ہیں اور قرآن کی وحی شدہ الصلوٰۃ ترک کر کے اپنی خود ساختہ الصلوٰۃ بنا لی ہے۔

الصَّلٰوۃِ سُکَارٰی : لَا تَـقْـرَبُوْا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکَارٰی حَتّٰی تَعْلَمُوا مَا تَقُوْلُوْنَ 4/43 :تم اجتماعِ الصّلوٰۃ میں شامل نہ ہونا کیونکہ تم اس مجلس میں اُٹھنے والے مسئلے سے نا واقف ہو۔یہاں تک کہ تم اس مسئلے کے بارے اچھی طرح جان لو جو تم کہہ رہے ہو۔اللہ نے خود ہی یہاں سکاری کی وضاحت کر دی ہے۔کہ اگر تم اُس موضوع کے بارے نہیں جانتے ہوجو تم بیان کر رہے ہوتو تم سکاری کی حالت میں ہو۔یہ اجتماعِ الصّلوٰۃ امرِ جامعٍ (24/62) کے لئے ہے۔کسی اہم مسئلے پر گفتگو کے لئے بلایا ہے لٰہذا جو لوگ اس مسئلے کے بارے جانتے ہوں انہیں گفتگو کرنی چاہیے۔یہی وہ الصلوۃ ہے جس کے لئے 62/9 میں ندا دی گئی ہے اور 24/62 میں اس کے لئے امرِ جامع کے کلمات آئے ہیں۔4/43 آیت میں اسی مجلس کے باقی آداب بیان ہوئے ہیں۔اس قسم کی مجلس میں جانے سے پہلے ان آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔اس آیت سے روایتی نماز ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن تَعْلَمُوا مَا تَقُوْلُوْنَ کے کلمات پیش کر رہا ہے۔جب کہ نماز کیلئے تَتْلُوْنَ آتا ہے کیونکہ تلاوت کی جاتی ہے۔تَقْرَءُ وْنَ آتا کیونکہ قراءت کی جاتی ہے۔تَسْمَعُوْنَ آتا کیونکہ قرآن سنا جاتا ہے۔آیت میں تَقُوْلُوْنَ آیا ہے جس سے ہر فرد کا بولنا ثابت ہوتا ہے اور وہ اپنے بولنے کے بارے جانتا بھی ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

الصَّلٰوۃِ قصر اور الصَّلٰوۃِ جنگ :۔وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَعَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ ﷺ ق اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا کُنْتَ فِیْھِمْ فَاَقَمْتَ لَھُمُ الصَّلٰوۃَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ مَّعَکَ وَلْیَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَھُمْ قف فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَکُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِکُمْ ص وَلْتَاْتِ طَآئِفَۃٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَکَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَھُمْ وَاَسْلِحَتَھُمْ ج وَدَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِکُمْ وَاَمْتِعَتِکُمْ فَیَمِیْلُوْنَ عَلَیْکُمْ مَّیْلَۃً وَّاحِدَۃً ط وَلَاجُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ کَانَ بِکُمْ اَذًی مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَکُمْ ج وَخُذُوْا حِذْرَکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ج فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ج اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَاتَھِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ط اِنْ تَکُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ یَاْلَمُوْنَ کَمَا تَاْلَمُوْنَ ج وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا یَرْجُوْنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع ترجمہ: جب تم کسی ملک کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں کہ جو امن کے فرائضِ منصبی تھے اُن میں کمی کرو بشرطِ کہ تمہیں ڈر لگا رہتا ہے کہ کافر تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔یقیناً کافر تمہارے لئے کھلے دشمن ہیں۔101 اے نبی! جب تُو اِن میں موجود ہے تو اِن کے جنگی فرائضِ منصبی مقرر کر (3/121)۔پس چاہیے کہ مجاہدوں کا ایک گروہ تیرے ساتھ میدانِ جنگ میں قتال کے لئے تیار کھڑا ہو اور وہ اپنا اسلحہ لئے ہوئے ہو۔پس

جب وہ محاذِ جنگ کی مقررّہ ڈیوٹی دے چکیں تو وہ تمہارے پیچھے چلے جائیں۔اور چاہیے کہ دوسرا گروہ آئے جس نے محاذ پر ڈیوٹی نہیں دی۔پس اب وہ تیرے ساتھ جنگی فرضِ منصبی ادا کریں اور وہ اپنی احتیاطی تدابیر اور اپنا اسلحہ لئے رکھیں۔کیونکہ کافر چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحے اور جنگی سازوسامان سے غافل ہو جاؤ۔پھر وہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔اور تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ بارش کی وجہ سے تمہارے ساتھ تکلیف دہ صورتحال ہے یا تم مریض ہو تو تم اپنا اسلحہ اُتار کر محفوظ جگہ رکھ سکتے ہو اور اپنی احتیاط ملحوظِ خاطر رکھیں۔یقیناً اللہ نے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔102 پس جب تم جنگی فرضِ منصبی پورا کر چکو تو اللہ کا تذکرہ قرآن کے مطابق اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہر وقت کرو۔پس جب تم جنگی کیفیت سے نکل کر امن میں آ جاؤ تو پھر قصر ختم کر کے امن والے بھرپور فرائضِ منصبی قائم کرو۔یقیناً جنگی فرضِ منصبی وقتِ مقررہ پر ہی کرنا مومنوں پر فرض ہوتا ہے۔103 محاذِ جنگ میں شکست خوردہ قوم کو تلاش کرنے میں اب سستی نہ کرو۔اگر تم تھکے ماندے تکلیف میں ہو تو یقیناً وہ بھی ایسی ہی تکلیف میں ہیں جیسی تکلیف میں تم ہو۔لیکن تم تو اللہ سے ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔اور اللہ تو جاننے والا حکمت والا ہے۔104

اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ 4/101: الصّلوٰۃ قرآن کی جامع اصطلاح ہے۔اسلامی مملکت میں فرائضِ منصبی کے سارے مجموعے کا نام الصّلوٰۃ کہلاتا ہے۔یہاں جنگ کی صورتِ حال میں امن والی ڈیوٹیوں میں کمی کر کے پوری قوم کی زیادہ سے زیادہ قوت ملک کے دفاع پر لگانا مقصد ہے۔ملک کا کوئی شعبہ بھی الصّلوٰۃ سے الگ نہیں ہے کیونکہ ملک کے تمام شعبے ملکی ترقی کے لئے اپنے فرائضِ منصبی دیانت داری سے سرانجام دے رہے ہوتے ہیں۔ملک کی بقا کیلئے ملک کے تمام شعبوں میں الصّلوٰۃ کی کمی کر کے محاذ جنگ کی طرف توجہ مرکوز کرنے کا حکم ہے۔اس طرح پورے شعبہ ہائے زندگی مثلاً زراعت، تعلیم، صنعت، فوجی اور نیم فوجی تربیت بھی جنگی الصّلوٰۃ سے متاثر ہو گی۔ان شعبوں میں سے افرادی قوت نکال کر اور انہیں کم سے کم وقت میں ایک تربیت یافتہ مجاہد بنا کر انہیں ملک کے دفاع کیلئے استعمال کیا جائے گا۔فوجی تربیت کا بھی عرصہ کم کر کے نئے جوان تیزی کے ساتھ محاذ جنگ کی طرف بھیجے جائیں گے۔کالج یونیورسٹیاں بند کر کے جوانوں کو محاذِ جنگ کیلئے تیار کیا جائے گا۔ اس طرح پورے شعبہ ہائے زندگی جنگی الصّلوٰۃ کی وجہ سے متاثر ہوں گے۔اس لئے اللہ نے فرما دیا کہ جنگ کی صورتِ حال میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں الصلوٰۃ کی کمی کر لو۔ یہ عام سفر نہیں ہے بلکہ یہ جنگ ہے۔اس لئے فرمایا کہ جب تم ڈرتے ہو کہ کافر تمہیں فتنے میں مبتلا کر دیں گے۔ مزید فرمایا جب تُو خود ان میں موجود ہے تو **فاقمت لھم الصّلوٰۃ** پھر تو ان کے لئے الصلوٰۃ قائم کر۔یہاں الصّلوٰۃ سے مراد وہ جنگی فرضِ منصبی ہے جو ایک کمانڈر انچیف اپنے فوجی دستوں کو سونپتا ہے۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی حکمتِ عملی بتائی جا رہی ہے۔ان میں سے ایک گروہ اپنے ساتھ بمعہ اسلحہ ڈیوٹی پر قائم (stand to) کر دے۔جب یہ گروہ سجدہ کر چکے یعنی ڈیوٹی مکمل کر چکے تو پھر وہ تمہارے پیچھے چلا جائے۔اور دوسرا حصہ جس نے ابھی ڈیوٹی نہیں دی

اب وہ تیرے ساتھ ڈیوٹی پر قائم ہوجائے۔نبی سلام‘ علیہ کا دونوں گروہوں سے رابطہ اُن کی ذمہ داری بتا رہا ہے کہ آپ کمانڈرانچیف کی ڈیوٹی پر ہیں۔جو بدلتا نہیں ایک ہوتا ہے۔اسلحے والی الصّلوٰۃ ہے۔سرحدوں کی حفاظت کرنے والی الصّلوٰۃ ہے۔الصّلوٰۃ میں اسلحے سے غفلت نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔دشمن تو چاہتا ہے کہ تم سامانِ حرب سے غفلت اختیار کرو اور وہ یکبارگی تم پر حملہ کردے۔ یہ الصّلوٰۃ مقررہ وقت پر فرض ہے۔یہ الصّلوٰۃ اگر وقت پر ادا نہ کی جائے تو پورا ملک دشمن کے قبضہ میں جا سکتا ہے۔اس نقصان کا ازالہ نہیں۔اس لئے اس کی قضا نہیں ہے اس لئے دشمن کی ناکامی پر ترغیب دی جا رہی ہے کہ بھاگتے دشمن کی کمر توڑو۔تلاش کرکر کے مارو اور قیدی بناؤ۔ اپنی تھکاوٹ اورزخم خوردگی کو نہ دیکھو۔دشمن بھی تو اسی حالت میں ہے۔لہٰذا اللہ سے جو تمہیں اُمیدیں ہیں وہ اُن کو نہیں ہیں۔اس پورے رکوع میں جنگی نقطہ نظر سے جو کرنے کا کام تھا اُس پرزور دیا گیا ہے۔اس فرض سے کوتاہی یا سستی قوموں کی تباہی اور غلامی کا سبب ہے۔لمحہ بھر کی کوتاہی زندگی بھرکا زوال بن جاتی ہے۔اگر یہاں رکعتوں والی نماز لی جائے تو دوران جنگ تمام سرحدوں سے اسلحے کیساتھ فوجوں کو کمانڈرانچیف کے پیچھے دوحصوں میں روایتی نماز پڑھانا ناممکن اور ناقابلِ عمل ہے۔موجودہ زمانے میں ہوائی جہاز، ٹینک،آبدوزیں اورتوپیں اتنے بڑے بڑے ہتھیار امام کے پیچھے صف بندی کر کے کھڑا کرنے کا تصور،رواجی نماز کی بالکل نفی کر دیتا ہے۔اسلحہ سمیت الصّلوٰۃ سے سرحد کی حفاظت اوردفاعی جنگ ثابت ہوتی ہے جبکہ رکعتوں والی الصّلوٰۃ کے لئے اسلحے کی ضرورت نہیں ہے۔جب بارش،بیماری یاکسی اور پریشانی کی وجہ سے ہتھیاراُتار کر رکھے جا سکتے ہیں تو نماز کیلئے جنگی اوزار کیوں نہیں اُتارے جا سکتے؟ایک رکعت دومنٹ میں ادا ہوجاتی ہے۔نماز ادا کرنے کے بعد ہتھیار اُٹھالئے جائیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک دو منٹ والی الصّلوٰۃ نہیں ۔

الصّلوٰۃ حرفِ اِلٰی کے ساتھ: جب الصّلوٰۃ حرفِ الٰی کے ساتھ آئے تو ظرف کا معنی دیتی ہے۔یہ جگہ اور وقت کے لئے ہوتا ہے۔جیسا کہ 5/6 اور 5/58 میں موجود ہے۔5/6 میں **اِلَی الصَّلٰوۃ** سے مرادمرکز کی طرف جانے سے پہلے غسل کرنے کے لئے کہا جا رہا ہے۔کم از کم مُنہ ہاتھ دھونے کی پابندی ہے۔ نہانا منع نہیں ہے۔یہ کسی بھی اجتماع میں بیٹھنے کے آداب بتائے جا رہے ہیں۔اگر پانی نہ ملے تو اپنی گندگی کو مٹی سے صاف کر لیں۔اس کا مقصد اللہ نے بتایا ہے۔ **يُرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ** وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے۔پاک رہنے سے انسان کا اپنا فائدہ ہے اور اللہ کا حکم ہے۔دوسرے انسان بھی گندے انسان سے بے زار ہوتے ہیں۔لہٰذا یہ محفل کے آداب کے خلاف ہے۔مندرجہ ذیل دونوں آیات میں **الصَّلٰوۃ** حرف **اِلَی** کیساتھ مرکز کی طرف جانے کا معنیٰ دیتی ہے۔**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝**

ترجمہ:اے ایمان والو! جب بھی تم قرآنی مرکز(22/40) کی طرف جانے کا اہتمام کرو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو۔اوراپنے سروں اور اپنے پاؤں کوٹخنوں تک جھاڑ پونچھ لیا کرو۔اگرتمہیں حاجتِ غسل ہے تو نہا لیا کرو۔(4/43) اوراگرتم مریض ہویا تم سفرپرہو یا تم میں سےکوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے بیویوں سے جنسی میلان کرلیا ہو اور پھر تم پاکیزگی کے لئے پانی نہ پاؤ تو پاکیزہ مٹی سے گندگی کو صاف کر لو ۔پھر اِس کے بعد تم اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ پانی سے دھونے کی بجائے جھاڑ پونچھ لو۔اور اللہ ایسی قانون سازی نہیں کرتا کہ تمہارے لئےکوئی مشکل پیداکر دے بلکہ وہ تو صرف قانون سازی کرتا ہے تاکہ تم کو پاک کردیا جائے۔ اور وہ اپنی نعمت کو تم پر پوراکردے۔اب اُمید ہے کہ تم قرآن کے احکامات مان لو گے۔5/6

یٰۤاَیُّهَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا دِیۡنَکُمۡ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَالۡکُفَّارَ اَوۡلِیَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَیۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوۡهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۵۸﴾ ترجمہ:اے ایمان والو! اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ جوتمہارے دین کو ہنسی مذاق اورکھیل تماشا بناتے ہیں۔یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور دوسرے کافر بھی ہیں۔اللہ کی نافرمانی سے بچو اگر تم ایمان والے ہو۔57جب تم اجتماعِ صلوٰۃ کی طرف بلاتے ہو تو وہ اِسے ہنسی مذاق اورکھیل تماشا سمجھتے ہیں یہ اِس وجہ سے ہےکہ یہ لوگ حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں۔58

الصّلوٰۃِ موقّت :اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡهُوۡدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ ٭ۖ عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ﴿۷۹﴾ تعلیم قرآن(الصلوٰۃ) قائم کردے سورج کے ڈھلنے سے لیکررات کے چھاجانےتک اور الفجر کے وقت بھی تعلیم قائم کرو۔یقیناًالفجر کی تعلیمِ قرآن ذریعہ شہادت ہے(24/58)۔78اوررات کے کچھ حصہ میں بھی اس قرآن کےساتھ جاگا کر(73/4,20)۔یہ تیرے لئے زائد ڈیوٹی ہے امید ہے کہ تیرارب تجھے حکمرانی والا(1/1)منصب عطا کردے گا۔17/79الصّلوٰۃِ موقّت کے لحاظ سےقرآن میں یہ آیت محکمات میں سے ہے۔اس آیت میں اوقاتِ الصّلوٰۃ صرف تین ہیں۔نمبر1لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡل سورج ڈھلنے سے لےکررات کے چھاجانےتک الصّلوٰۃ کا وقت ہے اورنمبر2 قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ہے۔نمبر3 تہجد کا وقت ہے۔وَمِنَ الَّیۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ میں بِهٖ میں ہٖ کی ضمیرقرآن کی طرف جاتی ہے۔نبی سلام‘ علیہ کے لئےرات کے وقت بھی قرآن کے ساتھ جاگنے کا حکم ہےجیسا کہ سورۃ مزمّل میں ارشاد ہوتا ہے۔یٰۤاَیُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾ اَوۡ زِدۡ عَلَیۡهِ وَ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا ؕ﴿۴﴾ اے مُزمّل۔1 رات کو اُٹھومگرتھوڑا سا حصہ۔2اس کا نصف یااس سے کچھ کم کر لو۔3 یا اس سے کچھ زیادہ کرلو اورقرآن کو ٹھہرٹھہرکرغور وفکر سے پڑھو۔73/4 تہجد کے وقت نبی سلام‘ علیہ رکعتیں ادا نہیں کررہے بلکہ رَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا کا حکم ہے۔لہٰذا نبی سلام‘ علیہ اللہ کےحکم کےمطابق رات کو قرآن پر غوروفکرکرتے اور بڑے اہتمام سے سمجھ کرٹھہرٹھہرکرقرآن تلاوت کرتے تھے۔دو وقت صبح و شام اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ

الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ہیں۔آیت میں وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کا واوَ عاطفہ فعلِ امر اَقِمِ ہے۔قابلِ غور نقطہ یہ ہے کہ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ توالصَّلٰوۃ قائم کرنی ہےلیکن صبح کے وقت قرآن قائم کرنا ہے۔گویا یہاں الصَّلٰوۃَ اور قُرۡاٰنَ مترادف ہیں۔دونوں اوقات میں قرآن کا مطالعہ ہے۔ماانزل اللہ کی تعلیم ہے۔سورۃ نور آیت نمبر58 میں قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کا مترادف صَلٰوۃِ الۡفَجۡرِ ہے۔یہ دونوں اوقات اسلامی ریاست کی طرف سے صبح وشام کی کلاسز ہیں۔اور یہ اسلامی ریاست کو اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ وہ صبح وشام تعلیمی کلاسز کا اجراءکرے اور قرآن کی تعلیم سے اپنی پوری قوم کو آگاہ کرے۔تاکہ اس وحی کی تعلیم سے آگاہ ہونے والی قوم کو حکمرانی کے مقامِ امامت کے منصب پر فائز کیا جائے۔بنی اسرائیل کوانسانوں کی امامت کے لئے اللہ نےعلم کی بنیاد پرمنتخب کیا تھا۔ وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَاوَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ فِعۡلَ الۡخَيۡرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيۡتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوۡا لَنَا عٰبِدِيۡنَ ۚۙ اور ہم نے ان کو لیڈرمقررکیا تھا کہ وہ ہمارے حکم کےمطابق ہدایت دیتے تھے اورہم نے ان کو بھلائیاں کرنیکی وحی کی تھی یعنی اِس فرضِ منصبی کو قائم کرنے اور تزکیہ نفس کرنے کی ہدایت کی تھی۔کیونکہ وہ ہمارے غلام تھے۔21/ 73 وَلَقَدِاخۡتَرۡنٰهُمۡ عَلٰى عِلۡمٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۚ اوریقیناً ہم نے اِن(بنی اسرئیل) کو علم کی بنیاد پر باقی لوگوں کے مقابلے میں چنا تھا۔44/32 یہ کام نبی سلامٌ علیہ نے سب سے پہلے کیا جس پرقرآن کی آیت25/5,6 گواہ ہیں۔ملاحظہ فرمایئے۔وَقَالُوۡۤا اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ۞ قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِىۡ يَعۡلَمُ السِّرَّ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۞ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں اور وہ اس کو گھڑ لیتا ہے پھر یہ صبح و شام اُسکی نگرانی میں املاء(50/17) کروائی جاتی ہیں۔5 کہہ دو اِس کو اُس ذات نے نازل کیا ہے جو سمٰوٰت و ارض میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے یقیناًوہی اصلاح کرنے والانشوونما دینے والا ہے۔25/6 فَهِىَ تُمۡلٰى عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا 25/5۔مذکورہ آیتِ کریمہ میں کلمہ تُمۡلٰى قابلِ غور ہے۔اس کا سہ حرفی مادہ م ل ی ہے۔ مَلَا يَمۡلُوۡ جس کے معنی اونٹ کا تیز چلنا اوردوڑنے کے ہیں۔باب افعال سے اَمۡلٰی یُمۡلٰی کے معنی بول کرلکھوانے کے بھی ہوتے ہیں۔50/17,80/15,29/48,2/282 آیات میں قرآن لکھنے کا تصور ہے۔گویا25/ آیت میں نبی سلامٌ علیہ صبح و شام کی الصّلوٰۃ میں قرآن کی املاکروارہے ہیں۔ بُكۡرَةً صبح کی کلاس ہے جوسورج کے ڈھلنے سے پہلےختم ہو جاتی ہے اور اَصِيۡلًا سایوں کا برابر یادوگنا ہونے کا وقت ہوتا ہےشام کی کلاس کا آغاز ہے جو رات کےاندھیرے تک رہتی ہے۔ ان دونوں اوقات میں تعلیمِ قرآن کا اہتمام کرنا الصَّلٰوۃ ہے۔اس کا11/114 آیت میں بھی ذکر ہے۔وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَىِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَ ۚ دن کے دونوں حصوں میں درسِ قرآن (11/87) قائم کرو رات کے کچھ حصے کے ساتھ۔یقیناً قرآن کی تعلیم برائیوں کو ختم کرے گی۔یہ نصیحت ہے ذکر کرنے والوں کیلئے۔11/114(17/78,25/5)۔گویا کہ رکعتوں والی الصّلوٰۃ مصنوعی ہے اورقرآن کی تعلیم قرآنی الصّلوٰۃ ہےجیسا کہ 29/45 میں ہے۔آیت ملاحظہ فرمایئے۔اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُاللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۞ کتاب میں جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے اُسے پیش کریعنی وحی شدہ کتاب کو قائم کر۔ یقیناً یہی کتاب(11/87,17/78) فحاشی اور منکرات کو روکنے کا حکم دیتی ہے۔اور اللہ کی کتاب(41/41) کا مقام بہت بڑا ہے۔اوراللہ جانتا ہے جوتم مصنوعی دین(الصَّلٰوۃَ) بناتے ہو۔29/45 یہاں اللہ کی نازل شدہ الصّلوٰۃ اور انسانوں کی خودساختہ،مصنوعی الصّلوٰۃ کا واضح فرق بیان کردیا ہے۔19/58,59 آیت میں بھی اس مصنوعی الصّلوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۗ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ۗ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ۩ ۞ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۞ یہی مذکورہ لوگ ہیں جن پراللہ نے وحی کا انعام کیا تھا یہ انبیاء میں سے تھے جوانسان کی اولاد تھے۔اوران میں سے ہیں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور اولاد ابراہیم واسرائیل میں سے ہیں اور یہ اِن میں سے ہیں جن کوہم نے ہدایت دی اور ہم نے چُن لیا تھا۔جب ان پر رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتی تھیں تو وہ سرِتسلیم خم کرتے اور روتے تھے۔58 پس اِن کے بعد نا اہل جانشین آئے جنہوں نے الصلوۃ (اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ) ضائع کر دی اوراُنہوں نےخواہشات کی اتباع کی۔پس وہ جہنم میں جاگریں گے۔19/59 اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ کی جگہ الشَّھَوٰت کو قائم کرنا ہی تومصنوعی الصّلوٰۃ ہے۔مذکورہ آیت میں اللہ کی آیات کےمقابلے میں انسانوں کی خواہشات کا ذکرکر کے مصنوعی الصّلوٰۃ واضح کر دی ہے۔آج بھی قرآن سامنے رکھ کر نازل شدہ الصّلوٰۃ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ اور انسانوں کی خواہشات یعنی مصنوعی الصّلوٰۃ کا فرق معلوم ہوسکتا ہے۔بیت اللہ میں ابراہیم سلامٌ علیہ نے اللہ کی نازل شدہ الصّلوٰۃ قائم کی تھی۔مشرکینِ مکّہ نے بیت اللہ میں ابراہیم سلامٌ علیہ کی نازل شدہ الصّلوٰۃ کی جگہ جومصنوعی الصّلوٰۃ قائم کی اور وہ اُسی کو اللہ کی نازل شدہ الصّلوٰۃ سمجھتے تھے۔قرآن میں 8/35 آیت میں اُن کی مصنوعی الصّلوٰۃ کا ذکر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَالْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۞ اِن کافروں کا فرضِ منصبی(مصنوعی الصّلوٰۃ) بیت الحرام میں سوائے تالیوں اور سیٹیوں یعنی بے مقصد آوازوں کے اور بے معنی حرکتوں کے کچھ نہیں ہے۔سو تم عذاب چکھو اس کا جو تم حق یعنی اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ کا انکار کرتے ہو۔8/35

الصّلوٰۃ بمعنی قرآن: قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۞ اُنہوں نے کہا۔اے شعیب! کیا تیری صلوٰۃ یعنی وحی تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم اُن کی غلامی ترک کر دیں جن کی غلامی ہمارے بڑے کرتے تھے اور اپنے مالوں میں جو ہم چاہیں نہ کریں۔ یقیناً تُو بڑا بردبار بھلائی کرنے والا تھا۔ 11/87 اس آیت سے پہلے شعیب سلامٌ علیہ کی دعوت ملاحظہ فرمائیے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوااللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُواالْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۞ وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُواالنَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۞ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۞ ترجمہ:اور مدین کی طرف

اُن کا بھائی شعیب بھیجا تھا۔اُس نے کہا تھا اے میری قوم! اللہ کی غلامی اختیار کرو تمہارا اُس کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔ماپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں لیکن میں تمہارے بارے میں ڈرتا ہوں ایسے دن کے عذاب سے جو سب کو گھیرنے والا ہے۔ 84اور اے میری قوم! ماپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم کر کے نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔ 85 اللہ کے پاس باقی رہنے والا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم اللہ کو ماننے والے ہو اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔86 اب 11/87 آیت سے ماقبل شعیب سلام' علیہ کی دعوت ہے۔ 11/87 آیت میں کافروں کا اس دعوت کا جواب ہے۔کہتے ہیں اَصَلٰوتُکَ تَـاْمُرُکَ کیا تیری صلٰوۃ یعنی وحی تجھے حکم دیتی ہے۔یہاں صلٰوۃ کے معنی بڑے واضح طور پر وحی یعنی قرآن کے ہیں۔19/59 آیت میں بڑا واضح ہے کہ ناخلف جانشینوں نے الصّلوٰۃ یعنی آیات الرحمٰن کو ضائع کر دیا اور اپنی خواہشات کی اتباع کر کے ایک مصنوعی الصّلوٰۃ بنا لی۔آیات الرحمٰن سے مراد قرآن ہے۔

الصّلوٰۃ بمعنی اجتماعی کام کے لئے بلاوا۔ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَ اذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَ تَرَکُوْکَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ ترجمہ:ایمان والو! جب بھی تمہیں اجتماعی کام(24/62) کیلئے جمع ہونے کےوقت 1 کی ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑے چلے آؤ اور چھوڑ دو ہر قسم کی مصروفیت۔یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہوتو۔ 9پھر جب یہ اجتماعی کام پورا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کی حکمرانی، کبریائی کا بہت زیادہ تذکرہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔10 لیکن جب وہ تجارت اور کھیل تماشہ دیکھتے ہیں تو بھاگ جاتے ہیں اس کی طرف اور تجھے کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں ان سے کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے کیوں کہ اللہ بہتر رزق دینے والا ہے۔62/11

یَوْ مِ الْجُمُعَۃِ 62/10۔یَـوْ مِ الْجُمُعَۃِ مرکبِ اضافی ہے۔یہاں یَوْ مِ کے معنی وقت، دورانیہ اور پیریڈ کے ہیں اور الْجُمُعَۃِ کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ سے پہلے اِذَا ہنگامی بلاوے کا قرینہ ہے جب کبھی بھی نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ ہوتو ایمان والو! سب کام چھوڑ کر مرکز میں آجاؤ۔سورۃ 24 آیت نمبر 62 میں اسی لِلصَّلٰوۃِ کو اَمْرٍ جَامِعٍ کہا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ج فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِھِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمُ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۶۲ یقیناً مومن وہی ہیں جو اللہ اور اسکے کارِ رسالت کے مرکز کو مانتے ہیں۔اور جب بھی اجتماعی کام پر اُس کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو اس سے اجازت لئے بغیر نہیں جاتے یقیناً جو لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں یہی ہیں جو اللہ اور اس کے مرکزِ رسالت کو مانتے ہیں پس جب وہ اپنے کسی کام کیلئے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے اُسے اجازت

دیدو جسے تو چاہتا ہے اوران کیلئے اللہ سے حفاظت طلب کریقیناً اللہ حفاظت دینے والا رحم کرنے والا ہے۔24/62 ثابت ہوا 62/9 آیت میں لِلصَّلٰوۃِ کا معنی اَمْرٍ جَامِعٍ ہے۔مرکز میں جب کبھی بھی کسی اجتماعی کام کے لئے بلایاجائے تو سب کام چھوڑ کر مرکز میں پہنچ جاؤ۔ اذا سے مراد ہنگامی کال ہےکسی وقت بھی ہو سکتی ہے یہاں جمعہ کا دن مراد نہیں ہے۔عربی میں ویسے بھی جمعہ کے دن کا تصور نہیں ہے۔یہ گنتی کے حساب سے نام ہوتے ہیں جیسے یَوْمُ الْاَحَدِ ہفتے کا پہلا دن اتوار ہے۔اس طرح یوم کے ساتھ اَلْاِ ثْـنَیْـن، اَلثُّلٰثَاءِ، اَلْاَ رْبَعَـاءِ، اَلْـخَـمِیْـسِ، اَلسُّدُسِ، اَلسَّبُعَۃِ لگانے سے ہفتے کے باقی چھ دنوں کے نام ہیں۔سورۃ 42 آیت نمبر7 سورۃ64 آیت نمبر9میں یَوْمِ الْجَمْعِ کے کلمات قیامت کے دور، وقت اور دن کیلئے آئے ہیں اور اس طرح 62/10 آیت میں یَّوْ مِ الْجُمُعَۃِ سے مراد جمع ہونے کا دن اور وقت ہے۔ ہفتے کے دنوں میں سے کسی دن کا نام جمعہ نہیں ہے۔لہٰذا اجتماع کے وقت اور دن کو یَّوْ مِ الْجُمُعَۃِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ سے مراد درسِ قرآن ہے یہ بھی اجتماعی کام ہے۔ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ جب الصَّلٰوۃ یعنی درسِ قرآن یا کوئی بھی اجتماعی کام پورا ہوجائے تو پھر زمین میں پھیل جاؤ۔اسی آیت کے بعد فرمایا وَاِذَا رَاَوْا تِـجَارَۃً اَوْلَھْوَا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَ تَرَکُوْکَ قَآئِمًاط قُلْ مَاعِنْدَ اللّٰہِ خَیْر’‘ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ ط وَاللّٰہ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ لیکن جب وہ تجارت اورکوئی کھیل تماشہ دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں ان سے کہہ دو جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے کیوں کہ اللہ ہی بہتر رزق دینے والا ہے۔62/11 غورکریں وہ رکوع اور سجدے میں چھوڑ کر نہیں بھاگے بلکہ نبی سلام‘علیہ کو قیام میں چھوڑ کر کھیل تماشہ دیکھنے چلے گئے ہیں۔آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ درسِ قرآن دے رہے ہیں یا کسی بھی اجتماعی مسئلے پر کھڑے بات کر رہے ہیں۔کچھ لوگوں نے نبی سلامٌ علیہ کی بات سے زیادہ کھیل تماشہ کو اہمیت دی ہے۔جس کا مذکورہ آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اُنہیں ایسا کرنے سے روکا گیا ہے۔ایسے لوگوں کے بارے ہی فرمایا گیا ہے کہ وہ **الصَّلٰوۃ میں کسالیٰ** کرتے ہیں اور یہ منافقین کا طرہء امتیاز ہے اور اُن کی خاص نشانی ہے۔مومنوں کو ایسی حرکت سے گریز کرنا چاہیے۔آیت ملاحظ فرمایئے۔ وَمَا مَنَعَھُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْھُمْ نَفَقٰتُھُمْ اِلَّآ اَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ وَلَایَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کٰرِھُوْنَ ۝ اُن سے اُن کے انفاق قبول کئے جانے میں کوئی شے مانع نہیں ہے سوائے اس کے کہ یقیناً اُنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول(مرکز) کا انکارکر دیا ہے یعنی وہ قرآن کے فرضِ منصبی کو ادا نہیں کرتے مگر بڑی سست روی سے اور نہیں خرچ کرتے مگر ناخوش ہوکر۔9/54 اِنَّ الْـمُـنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَھُوَ خَادِعُھُمْ ج وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی لا یُرَآءُ وْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلاً ۝ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ صلے ق لَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ ط وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ سَبِیْلاً ۝ یقیناً منافقین اللہ کودھوکہ دیتے ہیں جبکہ اللہ اُنہیں اس دھوکے کا جواب دینے والا

ہے کہ وہ گمراہ ہی رہیں۔وہ جب بھی فرضِ منصبی کیلئے تیار ہوتے ہیں تو سستی سے تیار ہوتے ہیں۔لوگوں کے دکھاوے کیلئے کام کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔142 یہ لوگ اس ذکر میں تذبذب کا شکار ہیں۔نہ قرآن والے ہیں اور نہ غیرقرآنی ہیں۔اور جن کو اللہ گمراہ قرار دے دے۔پھر تُو اُس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔4/143

اللہ اور ملائکہ کی الصّلوٰۃ: اِنَّ اللّٰـهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ بے شک اللہ اور اُس کے ملائکہ نبی کی حمایت و نصرت کرتے ہیں۔33/56 هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ اور وہی تو ہے جو تم پر الصّلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی تمہاری حمایت و نصرت کرتا ہے اور اُس کے ملائکہ بھی تا کہ وہ تمہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لائے(57/9) اور وہ مومنوں پر مہربان ہے۔33/43 اللہ اور ملائکہ کی الصّلوٰۃ اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لانا ہے۔اس آیت میں اللہ کا نبی پر الصّلوٰۃ بھیجنے سے مراد نزولِ قرآن اور قرآن پر ثابت قدم رکھنے کے لئے اللہ اور ملائکہ کی مدد کا تصور ہے۔جیسا کہ 14/1 آیت میں ہے۔الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الرٰ۔یہ کتاب ہے جس کو ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تا کہ تُو لوگوں کو اُن کے رب کے حکم کے مطابق غالب بادشاہ کے راستے کی طرف اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف(57/9) لائے۔14/1 اب 33/43,56 اور 14/1 کو ملا کر غور کریں تو معلوم ہوجائے گا کہ الصّلوٰۃ اور کتاب کا کام ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لانا ہے۔اس طرح مرکزِ رسالت اور مومنوں پر اللہ اور ملائکہ کی الصّلوٰۃ واضح ہو گئی کہ وہ ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لانے میں معاون مددگار ہیں۔

مومنوں کی مرکزِ رسالت پر الصّلوٰۃ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ اے ایمان والو! تم بھی اُس کی حمایت و نصرت کرو(9/103)۔اُس کے حکم کو تسلیم کرو جیسا کہ تسلیم کرنے کا حق ہوتا ہے۔33/56(4/65) مومنوں کی مرکزِ رسالت پر الصّلوٰۃ نظم و ضبط میں رہتے ہوئے سمع و اطاعت کی مثال قائم کرنی ہے۔مرکزرسالت کی اطاعت میں جان ومال کی قربانی ہے اور مرکز کے حکم اور فیصلے کو دل وجان سے تسلیم کرنا ہے۔جیسا کہ 4/65 آیت میں اللہ کی منشاء ہے۔آیت ملاحظہ فرمایئے۔فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ سو یہ تیرے رب کی شہادت ہے کہ وہ ہرگز مومن نہیں ہونگے جب تک وہ تُجھے فیصلہ کن حکم تسلیم نہ کر لیں اُن جھگڑوں میں جو اُن کے درمیان ہیں۔پھر اپنے دل میں کوئی تنگی نہ پائیں جو تُو نے فیصلہ کیا ہے۔اور وہ تسلیم کر لیں جیسے تسلیم کرنے کا حق ہے۔4/65 آیت نمبر 33/56 میں سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کی تصریف 4/65 میں يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے کلمات سے کریں تو آیت نمبر 33/56 میں مومنوں کی مرکزِ رسالت پر الصّلوٰۃ حکم کی اطاعت ثابت ہوتی ہے۔سو فی صد مرکزِ رسالت کی اطاعت ہی مومنوں کا مرکز سے تعاون اور مدد ہے۔

مرکزِ رسالت کی مومنوں پر الصّلوٰۃ: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِن کے مالوں سے صدقہ لو اور اسی کے ساتھ اِن کی طہارت اور تزکیہ نفس کرو اور ان کی مدد کرو۔یقیناً

یہ تیرا فرضِ منصبی ہے جو اِن کیلئے باعثِ سکون ہے حقیقت ہے کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔9/103 مرکزِ رسالت کی مومنوں پر الصّلوٰۃ اُن کے دیئے ہوئے صدقات کو دیانت داری سے فلاحِ معاشرہ کے لئے استعمال کرنا ہے۔آیتِ کریمہ کے بڑے ہی واضح کلمات ہیں کہ ان کے مالوں میں سے صدقات (ٹیکس) لو اور پھر دیانت داری سے ان کی طہارت اور تزکیہ لئے ان صدقات کو استعمال کرو۔بے شک ان کے دیئے ہوئے صدقات کا فلاحِ معاشرہ کے لئے دیانتداری سے خرچ کرنا اور مرکزِ رسالت کو اپنے فریضہ منصبی کو انتہائی ذمہ داری سے ادا کرنا مومنوں کے لئے باعثِ تسکین ہے۔ریاست کے مالیاتی نظام کو سمجھنے کیلئے یہ محکم آیت بنیادی اصول ہے۔ریاست صدقات یعنی ٹیکس لے گی۔ان صدقات سے تزکیہ کرے گی، زکوۃ دے گی یعنی معاشرے کی نشوونما کرے گی۔ہمارے ہاں ٹیکس اور فنڈ کی اصطلاح رائج ہے اور قرآن اُسے صدقات اور زکوۃ کی اصطلاح سے موسوم کرتا ہے۔اب 33/42,56 اور 9/103 آیات کو ایک ریاست کے نظام کو حوالے سے سامنے رکھیں اور پھر غور وفکر کریں اور عقل سے کام لیں اور اللہ کی منشاء معلوم کریں۔اللہ اور ملائکہ دعوتِ اِلی اللہ دینے والے مرکز سے کیا سلوک کرتا ہے اور مومنین کو اس مرکز کے ساتھ کیا سلوک کرنے کا حکم ہے۔ اور مرکز کو مومنین کے ساتھ کیا سلوک کرنے کا حکم ہے۔قرآن کے مطالعہ سے اِن آیات کے بارے ہمارا مئوقف واضح ہو جائے گا۔ریاست کے نظم و ضبط کے لئے انقلابی آیات ہیں۔اللہ، ملائکہ، مرکزِ رسالت اور مومنین قرآن کی بنیاد پر ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ایک مثالی کواپریشن ہے۔

زکریا سلام ؑ علیہ کاقَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَاب: فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ لا اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ پس ملکوتی قوتوں نے اسے احساس دلایا جبکہ وہ تربیت گاہ میں احکامِ وحی کی تعلیم دے رہا تھا(11/87)۔یقیناً اللہ تجھے یحیٰی کی خوشخبری دے گا جو احکام وحی کی تصدیق کرنے والا ہو گا اور سردار ہو گا۔گناہوں سے رکنے والا اور نبی ہوگا جو صالحین میں سے ہو گا۔3/39

یُصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ 3/39 :۔دعا کے بعد ملائکہ نے یہ احساس دلایا جب وہ محراب میں تدریسی فرضِ منصبی یعنی وحی کی تعلیم دے رہا تھا۔محراب جس کی جمع محاریب ہے جس کا معنی قلعے اور فوجی چھاؤنیاں ہے۔ چھاونیوں کیلئے یہ لفظ 34/13 میں استعمال ہوا ہے۔محراب حرب سے ہے تربیت گاہ اورٹریننگ سنٹر کیلئے بھی یہ لفظ بول سکتے ہیں۔نبی کی دعا قانون کے مطابق ہوتی ہے۔نبی کی بیوی گو وہ بانجھ ہونے والی ہے مگر ابھی امید کے سارے چراغ گل نہیں ہوئے۔اپنے بڑھاپے کا خیال بھی ہے۔مگر اندرونی قوتیں یہ احساس دلاتی ہیں کہ اب بھی اللہ بیٹا دے سکتا ہے۔لیکن تذبذب کی کیفیت یہ ہے کہ ابھی تک تو ہوا نہیں اب کیسے ہو گا۔پھر بھی اللہ سے دعا کرنا یہی ثابت کرتا ہے کہ قانونی تقاضہ موجود ہے اور اُمید کا چراغ ابھی تک گل نہیں ہوا۔انبیاء غیر قانونی دعا نہیں مانگتے اورنہ ہی ہمیں ایسی دعا مانگنے کا حکم ہے۔وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ط اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِن میں سے کسی ایک کے مرنے

پر بھی کبھی شامل نہ ہونا 69/31 اور ان کی قبر/لاش پر بھی کھڑے نہ ہونا۔یقیناً اِنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول(مرکزی اتھارٹی) کاا نکارکر دیا ہے۔وہ اِس حال میں مرے ہیں کہ وہ بدعہد نافرمان تھے۔9/84 اس آیت میں قرآن کے مخالفین کے مرنے پر اُن کی تجہیز و تکفین کی رسم میں شامل ہونے سے منع کیا ہے۔

الصّلوٰۃ دائمی ہے: وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُئْوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَامَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ ترجمہ: کوئی غمخوار دوست بھی دوسرے دوست کا حال نہ پوچھے گا۔10وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہونگے اس دن مجرم چاہے گا کہ کاش وہ اس عذاب کے بارے فدیہ میں دے دے اپنے بیٹے کو۔11اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو۔12 اور اپنے کنبے کو جس میں وہ رہتا تھا(80/34)۔13 اور جو زمین میں ہے سب پھراسے نجات مل جائے۔14 ہرگزنہیں اس کیلئے یقیناً یہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔15 یہ بھوننے کیلئے کھینچنے والی ہے16 یہ اُس کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری اورمنہ موڑا تھا17اور لوگوں کو جمع کرتا پھر مخالفت کرتا تھا۔18 یقیناً یہ انسان بےصبرا لالچی بنایا گیاہے۔19 جب اس کومصیبت پہنچتی ہے تو گھبرا جاتا ہے۔20اور جب اسے پیغامِ وحی پہنچتا ہے تو اس کو روکنے والا ہوتا ہے۔21 مگر وحی کی اتباع کرنے والے ایسا نہیں کرتے(107/4,74/43)۔22 جو اپنے فرض منصبی پر ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔70/23 آیت نمبر22 اور 23 میں اَلْمُصَلِّيْن وہ لوگ ہوتے ہیں جواپنی صَلات پردائمی قائم ہوتے ہیں۔ اپنی ڈیوٹی،فرضِ منصبی سے کبھی بھی غفلت نہیں برتتے۔قَدْاَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ مومن کامیاب ہوگئے۔1 جو اپنے فرض منصبی کے بارے اللہ کے سامنے جوابدہی سے ڈرنے والے ہیں۔23/2 وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ترجمہ:اورجولوگ اپنی امانتوں اوراپنے عہدکی پاسبانی کرنے والے ہوتے ہیں۔8 اور جو لوگ اپنے فرائضِ منصبی کی حفاظت کرتے ہیں۔9یہی لوگ ہیں وہ وارث ہونے والے ہیں۔10جن کو جنت الفردوس کا وارث بنائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔23/11وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ اورجو اپنی امانتوں اورعہدکی پاسبانی کرتے ہیں۔ 32اورجواپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔33اورجو اپنے فرضِ منصبی کی حفاظت کرتے ہیں۔34یہی لوگ جنتوں میں تکریم دیئے جائیں گے۔70/35

70/23 آیت میں دائمی الصّلوٰۃ کا تصور ہے۔70/34اور23/9 آیات میں اپنی الصّلوٰۃ کی حفاظت کا تصور ہے۔الصّلوٰۃ کا معنی جب فرضِ منصبی لیاجائے گا توفرضِ منصبی کی ادائیگی سے توفلاحی معاشرہ تشکیل پائے گا۔اس لئے 2/238 آیت میں فرائض منصبی کی ادائیگی کو ہی مرکزی الصّلوٰۃ قرار دیا گیا ہے۔آیت ملاحظہ فرمایئے۔حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ

الۡوُسۡطٰی ۚ وَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ ﴿۲۳۸﴾ اپنے فرائض منصبی کی حفاظت کرو یقیناً یہی مرکزی فریضہ منصبی ہے اور اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے فرمانبردار بن کر کمر بستہ ہو جاؤ۔2/238

حَافِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی 2/238: الصلوٰت الصلوٰۃ کی جمع ہے۔ یہاں الصلوٰۃ بمعنی فرضِ منصبی ہے اور الوسطٰی سے مراد درمیانی نہیں ہے۔ اس امتِ مسلمہ کو بھی وسط کہا ہے 2/143۔ حالانکہ یہ تو آخری اُمت ہے کیونکہ اب کوئی نبی نہیں آنا۔ لہٰذا اب انسانوں میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے یہ امت مرکزی کردار ادا کرے گی (23/2,9,70/23,34,6/92)۔ لہٰذا الوسطٰی کا معنی مرکزی کیا گیا ہے۔ درمیانی نہیں کیا گیا کیونکہ یہ معنی سیاق و سباق کے لحاظ سے مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا سب لوگ اپنے اپنے فرائضِ منصبی کے نگہبان بن جاؤ۔ اپنے فرضِ منصبی کو نبھاتے ہوئے جان کا نذرانہ بھی پیش کر دو۔ یقیناً یہی مرکزی الصلوٰۃ ہے۔ اللہ کی طرف سے یہی مرکزی فرضِ منصبی ہے۔ یہاں یہی ایک جامع مفہوم ہے کیونکہ اللہ عورت اور مرد دونوں کو فرائض منصبی کی حفاظت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی تمام جہتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان یہ سارے رشتے پائے جاتے ہیں۔ یہ دو افراد ہی معاشرے کی وہ بنیادی اکائی ہے۔ اگر یہ دو افراد اپنی ازدواجی زندگی میں معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی نظم و ضبط کے پابند ہوں تو یہی دو دو افراد سے مل کر ایک معاشرہ تشکیل پاتا ہے اور پھر ایک عدل والا معاشرہ بن جاتا ہے۔ اگر ان دو افراد ہی میں قانون کی حکمرانی نہیں بلکہ من مانی ہے تو معاشرہ ظلم وجور کا شکار ہو جائے گا۔ آنے والی نسل ماں باپ کے رویوں سے بہت کچھ سیکھتی ہے۔ ماں باپ کے فسق و فجور کے رویے آنے والی نسل میں منتقل ہوتے ہیں اور اس قسم کے معاشرہ میں ہر گھر فسق فجور کی تعلیم دینے والی ایک یونیورسٹی ہوتی ہے۔ اس طرح یہی فسق و فجور حکومتی اداروں میں پہنچ کر ان کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔ اگر گھر کو ایک ادارہ مان لیا جائے جو شوہر اور بیوی سے بنتا ہے۔ مرد اللہ کے نازل کردہ احکامات کا پابند ہے اور وہ گھر کا سربراہ ہے 4/34۔ عورت اپنے شوہر کی اللہ کے حکم کے مطابق مثالی سمع و اطاعت کرتی ہے۔ پھر اولاد میں اللہ کے حکم کے مطابق یہ مثالی سمع و اطاعت منتقل ہوتی ہے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق والدین کی ایسی مثالی سمع و اطاعت کرتے ہیں کہ اُف کہنے کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ پھر حکومتی اداروں میں یہی سمع و اطاعت منتقل ہوتی ہے۔ اس طرح اداروں میں اللہ کے حکم کے مطابق ایک سمع و اطاعت کا نظام قائم ہو جاتا ہے جو امن و سلامتی کا باعث بنتا ہے۔ اس طرح اللہ کے نافرمانوں اور غلط کام کرنے والوں کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔

اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ 2/43: الزَّکٰوۃ کی قرآنی لغت۔ اس کا سہ حرفی مادہ زک و ہے۔ اس کے بنیادی معنی نشوونما دینے یا پانے، بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے ہیں۔ قرآن میں زکّھا دسّھا کی ضد 91/10 میں استعمال ہوا ہے۔ دَسَّ کے معنی گاڑ دینا اور دبا دینا کے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے زَکَّ

کے معنی نشوونما پانے کے، تزکیہ نفس کرنے کے ہوئے۔ لہٰذا تزکیہ نفس کے بغیر تزکیہ جسم یعنی مادی نشوونما کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اور یہ تزکیہ کتاب اللہ کے بغیر ناممکن ہے۔انبیاء اللہ کی کتاب سے انسانوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں 2/129۔ غیراللہ ذہن سے نکالنا اور اللہ ذہن میں ڈالنا ہے۔اب بھی تعلیمِ قرآن کے زیور سے جب تک انسان آراستہ نہیں ہوتا معاشرے میں امن وسکون کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اِ رْ کَعُوْا کی قرآنی لغت۔اس کا سہ حرفی مادہ ر ک ع ہے جس کے معنی جھکنے کے ہیں۔قرآن میں یہ لفظ اللہ کی آیات یعنی احکام کے سامنے جھکنے سے مان لینا مراد ہے۔کوئی جسمانی جھکاؤ نہیں ہے۔جیسا کہ 77/48 میں ارکعوا کا حکم ہے لین لا یرکعون ہو رہا ہے۔ اِس کے بعد 77/50 میں یوءمنون یرکعون کا مترادف پیش کر کے یرکعون کے معنی قرآن نے خود یوءمنون کر دیئے ہیں۔لہٰذا رکع کے معنی ماننے کے ہیں مان لینا کسی گروہ میں شامل ہونے کے مترادف ہوتا ہے۔5/55 میں الصلوۃ اور الزکوۃ دونوں کام کرنے والے راکعون ہوتے ہیں۔گویا کہ الصلوۃ+الزکوۃ =رکوع ہے۔گویا کہ الصلوۃ رکوع کا جز ہے۔لہٰذا قرآن الفاظ کی ضد اورمترادف الفاظ کے استعمال سے الفاظ کے معنی بیان کرتا ہے۔اس طرح قرآن کے اہم اور خاص الفاظ کے معنی بھی لغت کی تبدیلی اوردست برد سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔

الرُّکَّعِ السُّجُوْدِ 2/125:دواسموں کا مرکب توصیفی ہے۔ السُّجُوْدِ صفت اور الرُّکَّعِ موصوف ہے گویا رکوع میں ہی سجدہ ثابت ہے کیونکہ صفت اور موصوف الگ الگ نہیں ہوتے۔یَرْکَعُوْنَ کے معنی اللہ نے خود 77/50 آیت میں یُؤْمِنُوْنَ کئے ہیں اور یَسْجُدُوْنَ 84/22 میں یُکَذِّبُوْنَ کی ضد قرار دے کے واضح کیے کہ ماننے کے بعد عمل کرنا یَسْجُدُوْنَ کہلاتا ہے۔وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ 77/48 جب ان کو کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو وہ رکوع نہیں کرتے 77/50 میں فرمایا فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ 77/50 اس قرآن کے بعد وہ کونسی حدیث کو مانیں گے۔اللہ نے یہاں یَرْکَعُوْنَ لانے کی بجائے یُؤْمِنُوْنَ فرمایا تا کہ یَرْکَعُوْنَ کے معنی واضح ہو جائیں لیکن عمل کے بغیر ماننا ایمان نہیں ہوتا اس لیے سجدہ کے معنی بھی اللہ نے واضح کئے ہیں 84/21 میں یُکَذِّبُوْن کی ضد یَسْجُدُوْنَ ہے یُکَذِّبُوْن کے معنی عملی طور پر جھٹلانے کے ہوتے ہیں لہٰذا رکوع ماننا اور سجدہ مانے ہوئے پر عمل کرنا ہے۔13/15 میں ہے وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا 13/15 جو بھی ارض و سمٰوٰت میں ہے وہ اللہ کے لیے سجدہ کر رہا ہے اب کائنات میں سورج، چاند،ستارے، حجر و شجر سب اللہ کے حکم کے مطابق عمل کر رہے ہیں یہی سجدہ کا معنی ہے جو قرآنی لغت سے واضح ہو رہا ہے۔رکوع ماننا دعویٰ ہے،ایمان ہے اور سجدہ اس پر عمل کرنا اسلام ہے۔ دعویٰ کی دلیل ہے یعنی اسلام اورسجدہ عمل کا نام ہے۔عمل کے بغیر دعوٰی ایمان یعنی رکوع کی نفی ہے۔ حقیت ہے کہ انسان اپنے روشن ضمیر کے مطابق فیصلے کرے تو قرآن کا انکار نہیں ہوسکتا۔حق زبان پر زبردستی آ جاتا ہے۔اس قسم کی ایک تحریر آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ دیکھیں کہ حق کیسے سر چڑھ کر بولتا ہے لیکن میں نہ مانو کا بول پھر بھی بالا ہی ہے۔ہفت روزہ اھلحدیث لاہور 14 نومبر 1997 کے شمارے میں ''اقامتِ الصّلاۃ قرآن کی

روشنی میں'' مضمون شائع ہوا تھا۔لکھاری کا نام درج نہیں لیکن رسالہ معروف گروہ اھلحدیث کا ہے ۔اُس مضمون کا ابتدائی حصّہ آپ کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کرتاہوں۔تاکہ صلوٰۃ کی حقیقت سمجھنے میں آسانی پیدا ہو۔

''اقامتِ الصّلاۃ قرآن کی روشنی میں''

''الصّلوٰۃ'' دینِ اسلام کاایک بنیادی گوشہ ہے اور قرآن جس قسم کامعاشرہ قائم کرنا چاہتا اسے وہ اقامتِ صلوٰۃ کی جامع اصطلاح سے تعبیرکرتاہے۔ صلوٰۃ کےمعنی اپنے مادہ (ص۔ل۔و) کےاعتبار سےکسی کے پیچھے چلتے جانا اور حرکت کرناہوتے ہیں۔چنانچہ عربی کی مستند کتبِ لغت کی روشنی میں مفسرین نے اقامتِ صلوٰۃ قرآنی اصطلاح کامفہوم قوانینِ الٰہیہ کے پیچھے پیچھے چلنا متعین کیا ہے۔دوسرے الفاظ میں یہ کہ وحی خداوندی کےعطاکردہ قوانین واحکام کی پابندی کرنااوراس کے دیئے ہوئے پروگرام پرعمل پیرا رہنا اقامتِ صلوٰۃ کہلاتاہےاورقرآن کے نزدیک یہ اقامت یا قیام اجتماعی نظام کےتحت ہوسکتاہے۔وہ نظام جس میں افراد معاشرہ اپنے اپنے مفادات کے پیچھے بھاگنے کی بجائے، خدا کی کتاب قرآن حکیم کےقوانین کی پیروی کرتے ہوئے اس کے متعین کردہ نصب العین کی طرف بڑھتے جائیں۔اسی وجہ سے اقامتِ صلوٰۃ کو ایک اجتماعی فریضہ قراردیا گیاہےاوریہ واضح کیا گیاہے کہ الصّلوٰۃ کا قیام جماعتِ مومنین کے تمکن فی الارض یعنی ان کی آزاد مملکت کے بغیرممکن نہیں ہے۔جیسا کہ سورۃ الحج میں فرمایا۔اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ ترجمہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جب اُنہیں تمکن فی الارض حاصل یعنی ان کی اپنی مملکت قائم ہوجائے گی۔تو یہ اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا فریضہ انجام دیں گے۔معروف احکام نافذکریں گےاورمنکر سے روکیں گے'' 22/41اس آیتِ کریمہ سے واضح ہوتاہے کہ اقامتِ صلوٰۃ اورایتائے زکوٰۃ کے لئے اپنی آزادمملکت ہونے کی جوشرط رکھی گئی ہے تواس کے لئے اس سے پورا ایک نظام مرادہے۔نہ کہ صرف نماز پڑھ لینا اورمروجّہ اڑھائی فی صد زکوٰۃ دے دینا ظاہر ہے کہ یہ فرائض ہرحکومت میں اداکئے جا سکتے ہیں۔سورۃ الشوریٰ میں اسلامی مملکت کی وضاحت اس طرح فرمائی۔وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ص وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (42/38) ترجمہ: ''مومنین وہ ہیں جو خدا کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اس کےاحکام کےسامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں اوراپنے معاملات کو باہمی مشورے سے طےکرتے ہیں اور جورزق خدا نے اُنہیں دیا ہے اسےنوعِ انسانی کی خدمت کیلئے کھلا رکھتے ہیں (یعنی خرچ کرتے ہیں) یہاں اقامتِ صلوٰۃ کا امورِمملکت کیلئے باہمی مشورے کےساتھ ذکرآیا ہے یعنی الصلوٰۃ وہ نظامِ مملکت ہےجس میں تمام امورِ مملکت جماعتِ مومنین کے باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔سورۃ الاعراف میں کہا گیاہے۔وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (7/170)ترجمہ: ''وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں اور یوں اقامتِ صلوٰۃ کافریضہ سرانجام دیتے ہیں'' اس لئے کہ اسلامی نظام کتاب اللہ کےقوانین واقدار کے عملی نفاذ کا نام ہے۔اس مقصد کی مزید وضاحت کے لئے قرآنِ حکیم نے صلّی کےمقابلے میں'' تولّی '' کا لفظ استعمال کیا ہے۔(75/30,31 "

تَوَلّٰی '' کے معنی ہیں صحیح راستے سے روگردانی کرنا۔گریز کی راہیں نکالنا۔منہ موڑنا اور صَلّٰی کے معنی قوانین خداوندی کے مطابق صحیح راستے پر چلتے جانا۔نظامِ خداوندی کے متعین کردہ فرائضِ منصبی کو ادا کرتے جانا ۔اور ان فرائضِ منصبی کا دائرہ زندگی کے ہر گوشے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اس دائرے کی وسعت ہمیں حضرت شعیب کے ذکرِ جلیل میں روشن تر نظر آتی ہے۔دیکھئے سورۃ ھود میں کس ابدی حقیقت کا بیان ہوا ہے۔جب حضرت شعیب نے نبوت ملنے پر اپنی قوم کے سامنے دعوتِ خداوندی کو پیش کیا تو حسبِ معمول ان کی اس دعوت کو قوم نے ردکیا اور مخالفت پر اُتر آئی۔حضرت شعیب علیہ السلام نے ان افرادِقوم سے فرمایا۔میں صلوۃ کی آزادی چاہتا ہوں۔ اس پر مذہب پرست قوم یہ سمجھی کہ آپ اپنے طور پر خدا کی پرستش کرنا چاہتے ہیں تو اس سے ہمیں کیا فرق پڑے گا،کرنے دو۔مگر اُنہیں جلد معلوم ہو گیا کہ حضرت شعیب کا صلوۃ کی آزادی کا مطلب کیا تھا۔ چنانچہ وہ بول اُٹھے۔**اصلوتک تامرک ان نترک ما یعبد اباونا او ان نفعل فی اموالنا ما نشاء** (11/87) ترجمہ: '' اے شعیب یہ تمہاری صلوۃ کس قسم کی ہے جو یہ کہتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آرہے ہیں اور یہ کہ ہم اپنے مال و دولت کو بھی اپنی مرضی کے مطابق صرف نہ کریں'' اقامتِ صلوۃ اپنی زندگی کے تمام معاملات کو وحی خداوندی کے تابع رکھنے کا نام ہے۔

مذکورہ بالا ساری عبارت ہفت روزہ اھلحدیث لاہور 14 نومبر 1997 کے شمارے سے لی گئی ہے جس کا عنوان ''اقامتِ الصّلاۃ قرآن کی روشنی میں'' ہے۔مضمون کا بقیہ حصہ آپ اس رسالے سے پڑھ سکتے ہیں۔اس مضمون میں اگر چہ غلط اور درست کی آمیزش ہے۔لیکن قرآن کی روشنی میں آپ کو اللہ نے صلاحیت دی ہے کہ قرآن کو میزان ٹھہرا کر باطل اور حق کو الگ الگ کر سکتے ہیں۔اب ایک اور تحریر آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں اُمید ہے آپ ان تحریروں سے بڑی آسانی سے اندازہ لگا سکیں گے کہ ان لوگوں نے حقیقت کو سمجھنے کے بعد اس کو چھپانے کی کس انداز میں کوشش کی ہے۔ھذا لشی ء'' عجیب۔یہ عمر احمد عثمانی صاحب ہیں ان کا مضمون فرمانِ رسول ﷺ ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی ستمبر 1988 میں چھپا تھا۔اس کا بھی کچھ ابتدائی حصہ آپ کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔جس سے الصلوۃ کی قرآنی تشریح واضح ہوتی ہے۔اللہ کی نازل کردہ الصلوۃ اور مصنوعی انسانو ں کی خود ساختہ الصلوۃ کا فرق واضح ہوتا ہے۔عمر احمد عثمانی صاحب کا مضمون ملاحظہ فرمائیے۔

فرمانِ رسول ﷺ

☆ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ☆

اگست کے فیض الاسلام میں، میں نے حضور اکرم ﷺ کی یہ دعا نقل کی تھی کہ بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ آپؐ یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ **اَللّٰھُمَّ انی اعوذبک من صلوۃِ لا ینفعُ** (اے اللہ! میں ایسی صلوۃ سے تیری پناہ

مانگتا ہوں جونفع نہ دے یعنی سود مند نہ ہو) اسے امام ابو داوٗد نے اپنی سنن میں نقل فرمایا ہے۔چونکہ صلوۃ کا معاملہ انتہائی اہم ہے جسے ہم روزانہ پانچ وقت ادا کرتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے اسے دین کا ستون قرار دیا ہے۔اور قرآن کریم نے بھی صلوٰۃ کا اتنی مرتبہ ذکر فرمایا ہے کہ کسی اور فریضہ کا بیان میں اتنا تکرار و تاکید سے نہیں فرمایا۔اس لئے اس کی اہمیت میں کوئی کور چشم اور کوڑ مغز ہی شک و شبہ کرسکتا ہے۔لہٰذا میں نے ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈال دوں۔یہ بیان چونکہ ایک اشاعت میں مکمل نہیں ہو سکتا تھا۔لہٰذا میں نے مضمون کے آخر میں لکھ دیا تھا کہ ''جاری ہے'' ناظرین کرام موضوع کو ذہن میں تازہ کرنے کے لئے بہتر ہوگا کہ ماہِ اگست کے شمارہ میں اس مضمون پر ایک سرسری نظر دوبارہ ڈال لیں۔

چونکہ درخت ہمیشہ اپنے پھل ہی سے پہچانا جاتا ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ ہم قرآنِ کریم اور ارشاداتِ نبوی میں تلاش کریں کہ انہوں نے اس کا ثمرہ، نتیجہ یا پھل کیا بتایا ہے۔اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جو پانچ وقتہ صلوٰۃ باقاعدگی سے ہم ادا کرتے ہیں وہ صلوٰۃ ہے بھی یا نہیں۔اس سلسلے میں، میں نے سورۃ العنکبوت کی اس آیت کا حوالہ دیا تھا۔اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَ لَذِکْرُاللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (29/45)''اے پیغمبر! کتاب یعنی قرآن میں جو کچھ آپ پر وحی کی جاتی ہے اُسے لوگوں کے سامنے تلاوت کیجئے (یعنی لوگوں تک پہنچایئے) اور صلوٰۃ کو قائم کیجئے۔یقیناً صلوٰۃ فحشا، اور منکر سے روکتی ہے اور اللہ کے احکام کو ہر وقت سامنے رکھنا، یعنی یاد رکھنا یقیناً ایک بڑی بات ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔اس آیت کریمہ میں تین الفاظ نہایت ہی اہم ہیں جن کے معنے اور مفہوم متعین کئے بغیر اس آیتِ کریمہ کا مطلب واضح نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا صحیح مفہوم متعین کیا جاسکتا ہے۔وہ تین لفظ صلوٰۃ ، فحشاء اور منکر ہیں۔ماہرِ لسانیات کا قول ہے کہ کسی ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں ناممکن ہے کیونکہ ہر لفظ کی پشت پر اس قوم کی تاریخ، روایات اور تصورات ہوتے ہیں جس زبان کا وہ لفظ ہے جو کسی دوسری زبان کے لفظ کی پشت پر نہیں ہوتے۔لہٰذا ترجمہ تو نہیں ہوسکتا البتہ مترجم اپنی فہم کے مطابق اس کا قریبی مفہوم ادا کرسکتا ہے۔اس مفہوم کی صحت وسقم کا مدار مترجم کی اپنی فہم پر ہوتا ہے جو بہرحال ایک انسانی عمل ہے۔

لہٰذا اعلم تر طریقہ کسی لفظ کے حقیقی مفہوم کو متعین کرنے کے لئے اس زبان کا لوگوں کے کلام سے یہ امر تلاش کرنا ہے کہ وہ لوگ اس لفظ کو کس کس طرح استعمال کرتے تھے اور اس سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم سے اس لفظ کا مفہوم اس طرح متعین کیا جائے کہ قرآنِ کریم نے اس لفظ کو کن کن موقعوں پر کون کون سے مفہوم میں استعمال کیا ہے اسے دیکھا جائے۔اس لئے ہمارے علماء نے کہا ہے کہ اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضہ بعضا (قرآن کے بعض حصے خود دوسرے حصہ کی تفسیر کردیتے ہیں) الصّلوٰۃ کا مادہ (ص ل و) ہے۔ اَلصَّلَا پشت کے درمیانی حصے اور کولھے کے اس ڈھلوان حصے کو بھی کہتے ہیں جس پر کسی جانور کی دم ہوتی ہے۔دُم کے ہر دو جانب کے حصوں

کو صلوان کہتے ہیں۔اس کی جمع صَلَوَات یا اَصُلَا ہوتی ہے۔اس نسبت سے صَلّٰی الْفَرَسُ اُس وقت کہتے ہیں جب گھوڑ دوڑ میں دوسرے نمبر کا گھوڑا پہلے نمبر کے گھوڑے کے پیچھے اس طرح دوڑ رہا ہے کہ پچھلے گھوڑے کیا آگے جو پہلے نمبر پر جا رہا ہو سابق اور دوسرے نمبر والے گھوڑے کو اَلْـمُـصَـلِّیْ کہتے ہیں ۔اس سے معلوم ہوا کہ صَلّٰی کے معنی ہیں اگلے کے ساتھ ملے ہوئے پیچھے پیچھے چلنا۔چنانچہ حضرت علیؓ کی روایت ہے۔سبق رسول الله وصلى ابو بكر و ثلثه عمر ثمّ خبطتنا فتنة ۔ (رسول اللہ اول تشریف لے گئے، دوسرے نمبر پر ابوبکرؓ چلے گئے اور تیسرے نمبر پر عمرؓ چلے گئے۔پھر ہمیں فتنوں نے بدحواس کر دیا۔) حساب وکتاب کے بعد جب جنتی لوگ اہلِ جہنم سے پوچھیں گے کہ تم دوزخ میں کیوں گئے تو اہلِ جہنم جواب دیں گے۔قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ترجمہ: تو(دوزخی جواب میں) کہیں گے کہ ہم مصلین میں سے نہیں تھے اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور بکواس کرنے والوں کے ساتھ بکواس کیا کرتے تھے اور ہم یوم جزا کو جھٹلاتے تھے(74/43,44,45,46)

امام راغب اصفہانی جن کی کتاب ''مفردات القرآن، قرآنی الفاظ کی لغت '' علماء میں سند کی حیثیت رکھتی ہے۔فرماتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ میں مصلین کے معنی یہ ہیں کہ ہم انبیاءکرام کے پیچھے پیچھے چلنے والوں میں سے نہیں تھے۔امام قرطبی (مشہور مفسّر نے لکھا ہے کہ اس جہت سے صلوٰۃ کے معنی ہوں گے۔احکامِ الٰہی سے وابستگی، حدود اللہ کے اندر رہنا اور کتاب اللہ سے چمٹے رہنا لہٰذا تَـصْـلِيَة'' کے معنے ہیں اگلے کے پیچھے اس طرح چلنا کہ ان دونوں میں کوئی فاصلہ نہ ہو۔مگر پیچھے چلنے والا آگے جانے والے سے آگے نہ بڑھے بلکہ وابستگی سے اس کی اتباع کرے۔

عربی زبان کے ان استعمالات سے صلوٰۃ کا بنیادی مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔لہٰذا صلوٰۃ ایک مکمل مربوط نظام ہے۔یہ محض اُٹھک بیٹھک اور زبان سے طوطے کی طرح رٹے ہوئے کچھ الفاظ کا دوہرانا نہیں ہے۔یہ واقعی نماز پڑھنا ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ نہیں ہے۔ہمیں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ صلوٰۃ کے پورے نظام کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں دوسرا لفظ فحشاء ہے۔اَلْفَحْشُ کے معنے حد سے بڑھ جانے، حد سے تجاوز کر جانے، گفتگو میں ادب و احترام کی حدود پھاند جانے کے ہیں۔سورۃ النحل میں یہ لفظ عدل کے مقابلے میں ظلم کے معنوں میں آیا ہے۔16/90 سورۃ الاعراف میں یہی لفظ قسط کے مقابلے میں آیا ہے جس کے معنی بھی برابری اور انصاف کے ہیں۔یعنی کمی بیشی اور انصاف کے خلاف کام کرنا۔سورۃ الاحزاب میں یہ لفظ قَـنَـتَ کے مقابلے میں آیا ہے جس کے معنی اطاعت و فرماں برداری کے ہیں۔یعنی نافرمانی اور سرکشی کے معنی ہیں 33/30,31 سورۃ ال عمران میں یہ لفظ ذلیل اور شرمناک حرکت کرنے کے معنے میں آیا ہے۔دیکھئے (3/134) ابنِ فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنے کسی چیز میں بُرائی کے ہیں۔محیط المحیط اور تاج العروس نے لکھا ہے کہ اس کے معنی بخل کے بھی ہوتے ہیں۔چنانچہ سورۃ بقرہ میں یہ لفظ فَضْل'' کے مقابلے میں آیا ہے۔فَضْل'' کے معنی ہیں رزق کی وسعت

اور کشائش۔لہٰذا فحشاء کے معنے رزق کی تنگی یا خرچ میں ہاتھ روک لینا ہوں گے۔اس کو بخل کہتے ہیں۔ دیکھئے (2/268)لہٰذا فحشاء کے معنی حد سے بڑھنے، تجاوزکرنے، ادب و احترام کی حدود پھاند جانے، ظلم وتعدی کرنے،مساوات و انصاف کے خلاف کام کرنے، نافرمانی اور سرکشی کرنے، ذلیل اور شرمناک حرکتیں کرنے اور بخل اور کنجوسی کرنے کے ہوئے۔ تیسرا لفظ اس آیتِ کریمہ میں "مُنکَر" کا ہے۔"مُنکَر" کے معنے ہیں وہ تمام کام جنہیں اسلامی معاشرہ نامحمود، نامقبول، ناپسندیدہ اور نا معقول سمجھے۔قرآنِ کریم میں جگہ جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید فرمائی گئی ہے۔اس کا فیصلہ معاشرہ از خود نہیں کر سکتا کہ کونسا کام غیرمحمود، غیرمقبول، غیرمعقول اور ناپسندیدہ ہے۔کیونکہ انسان جبلی طور پر اُس کی اہلیت سے عاری ہے۔یہ صلاحیت قدرت نے حیوانوں میں تو جبلی طور پر رکھ دی ہے۔لیکن انسانوں میں یہ صلاحیت قطعاً نہیں رکھی۔یہی وجہ ہے کہ حیوانوں کو یہ باتیں بتانے کے لئے قدرت نے نہ انبیاء اور رسولوں کو بھیجا نہ اُنہیں وحیِ الٰہی کا پابند بنایا لیکن انسانوں کے پاس انبیاء اور رسولوں کے ذریعہ سے مسلسل وحی کی راہنمائی کا قدرت نے خصوصی اہتمام فرمایا ہے۔انسان اگر از خود اس کا فیصلہ کرسکتا تو وہ قدم قدم پر ٹھوکریں نہ کھاتا اور غلطیاں نہ کرتا۔مثلاً شراب کو حلال کر دینا۔ طرفین کی رضا اور رغبت سے زناکاری کو جائز قرار دیدینا جس کی وجہ سے مغربی ممالک کا امن و سکون تباہ ہوتا جا رہا ہے مزید برآں مردوں کا مردوں سے نکاح اور جنسی تعلق پیدا کرلینے کا جواز جس کی وجہ سے وہ ایڈ جیسے موذی مرض میں مبتلا ہوکر اب اس اپنی غلطی کو محسوس کر رہے ہیں۔لہٰذا صحیح یہی ہے کہ معروف وہ ہے جسے قرآنی معاشرہ (Recognise) کرے اور منکر وہ ہے جسے وہ (Recognise) نہ کرے۔اس پوری تفصیل کے بعد یہ سمجھنے میں کسی قسم کی کوئی دشواری نہیں ہونی چاہیے کہ قرآنِ کریم کی نگاہ میں صلوٰۃ کیا ہے۔صلوٰۃ وہ ہے جس کی وجہ سے ہم ان تمام باتوں سے بچیں جو فحشاء اور منکر کے ضمن میں آتی ہیں۔صلوٰۃ کا ثمرہ اور نتیجہ ہی یہ ہے کہ صلوٰۃ قائم کرنے والا ان تمام فواحش اور منکرات سے الگ رہے۔کیونکہ اقامتِ صلوٰۃ کا کام ہی یہ ہے کہ اس سے یہ ثمرات اور نتائج حاصل ہوں۔اگر یہ ثمرات اور نتائج حاصل نہیں ہو رہے تو ہم یقیناً صلوٰۃ قائم کرنے والے نہیں ہیں، یہ ایک بہت بڑی کسوٹی ہے جس کی وجہ سے ہم پہچان سکتے ہیں کہ ہماری صلوٰۃ ، صلوٰۃ ہے یا کہ نہیں۔

مذکورہ بالا حدیث سے میں حضورِ اکرم ﷺ نے ایسی صلوٰۃ سے حق تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے جس سے اس کے موجودہ ثمرات حاصل نہ ہوں۔یہاں مضمون کو ختم کرتا ہو بقیہ حصہ ماہنامہ فیض الاسلام سے مطالعہ کریں۔

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ